★ــــ لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرّشید صاحب

اسلامی کلچر

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں کلچر کے معنٰی کا تعین کرنا چاہیئے، اس کے بعد بات آگے بڑھ سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اُردو زبان میں جو اس کا مترادف ہے اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ انگریزی لفظ کلچر کے ماخذ میں ہمیں جانے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس کے لغوی معنیٰ معلوم کر لینا ضروری ہیں۔ انگریزی زبان میں دو لفظ تقریباً ہم معنیٰ ہوتے ہیں، ایک تو یہ کلچر کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ہم اُردو میں تمدّن کرتے ہیں اور دوسرا لفظ سیولیزیشن (CIVILIZATION) ہے جس کا اُردو مترادف ہمارے نزدیک تہذیب ہے۔ ان دونوں کے معنیٰ لغت میں ایک ہی ہیں یعنی مہذب ہونے کی حالت (A STATE OF REFINEMENT) اگر بنظرِ تعمق دیکھا جائے تو انگریزی اصطلاحات ہم معنیٰ نہیں ہیں ایک کا تعلق (کلچر) فنونِ لطیفہ اور معاشی ترقی سے ہے اور دوسرے کا تعلق (سیولیزیشن یعنی تہذیب) سائنسی ترقی سے ہے۔ اسلام میں بھی تقریباً یہی تخصیص رہی ہے اور تہذیب و تمدّن کے علیحدہ علیحدہ میدان ہمیں ابھی تک تاریخ کے اوراق میں منتشر نظر آتے ہیں۔ ایک طرف تو مسلمانوں نے فنونِ لطیفہ اور فن تعمیرات کو ترقی دی اور دوسری طرف علم و حکمت کے دریا بہا دیئے جن کے اثرات ہم کو ہسپانیہ کے ساحلوں تک نظر آتے ہیں۔ زمانۂ قدیم سے تہذیبیں اور تمدن ابھرتے رہے اور اپنے اپنے ذہنی ارتقاء کے مطابق ترقی کر کے مٹتے جاتے رہے۔ پھر نئی تازہ دم اقوام ابھریں تو انھوں نے انہی کی بنیادوں پر اپنے تمدنی تقاضے پورے کیے اور چلتی گئیں۔ زمانۂ قدیم سے اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایسا ہی ہوتا نظر آتا ہے۔ بابل اور کلدیا

سے تہذیب ابھری تو ایران پہنچ گئی۔ ایرانیوں نے یونان کو مہذب کیا۔ جب مسلمان اُٹھے تو انہوں نے اپنے کو دونوں تہذیبوں کے مابین گھرا ہوا پایا۔ عرب گنوار تھے، ان کے پاس کچھ نہ تھا جب مسلمان ایران پہنچے تو ان کی تہذیب کو دیکھ کر ان کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں اور جب صلیبی جنگیں ہوئیں تو وہ یونانیوں کی تہذیب اور تمدن کو دیکھ کر متاثر ہوئے پھر انہوں نے سلطنت رُوما کے دروازے کھٹکھٹائے اور بحیرۂ رُوم کی تہذیب سے متاثر ہوئے مختصر یہ کہ مسلمانوں نے ان دونوں تہذیبوں سے علوم اور حکمت سیکھی اور اس کو سنوار کر اسلامی اُصولوں پر استوار کیا۔ اس میں شرمانے کی کوئی بات نہیں۔ تاریخ میں ایسا ہوتا ہی آیا ہے جو بات فخر کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے ان تہذیبوں کو مزید مہذب کیا اور ترقی کی شاہراہوں پر لگایا۔ یہاں تھوڑی سی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے جن لوگوں نے عراق، ایران، ترکی اور رُوم کے آثار قدیمہ دیکھے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بابل کی بڑی اینٹ ایران پہنچ کر خشت کوچک بن گئی اور یہی رُوم پہنچی۔ اور رُوم سے ترکی اور پھر یہاں سے وسط ایشیا اور یہاں سے ہوتی ہوئی افغانستان اور برصغیر میں پہنچی۔ چنانچہ خشت کوچک کا استعمال مسلمانوں کے ذریعہ پھیلا۔ گنبد کی ساخت بھی رُوم سے آئی اور اس کی نصف درجن شکلیں مسلمان معماروں کے ذریعہ ارتقا پذیر ہوئیں۔ اسی طرح محراب کی تعمیر کا فن بھی مسلمانوں کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اب آپ سائنسی علوم کی طرف آئیے۔ علم ہندسہ، ہندوستان، بابل، ایران سے ہوتا ہوا رُوم پہنچا جہاں اسطرلاب کی ایجاد نے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، یہاں سے پھر مسلمانوں نے اخذ کیا۔ اسطرلاب کے کئی نمونے ایجاد کئے، یہ علم پھلا پھولا اور پھر ایران میں آکر اس نے عمر خیام جیسے حساب دان پیدا کئے۔ اور رسدگاہیں تعمیر کیں۔ یہی حال لباس وطعام کا رہا ہے اور یہی بود و باش کا۔ پھر علمی کتابوں کے تراجم عربی اور فارسی میں سائنس کی ترقی کے موجب ہوتے اور یونانی فلسفہ نے تصوّف کی بنیاد رکھی۔ مختصر یہ کہ تہذیب اور تمدن کبھی ایک قوم کی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک مجموعی اثر ہے مختلف اقوام کے ذہنی جدوجہد کا۔

اسلامی کلچر کے اندر جس چیز کو مدنظر رکھا گیا ہے وہ پاکیزگی، طہارت اور حیا ہے۔ یہی تین چیزیں اسلامی کلچر کو دیگر کلچروں سے ممتاز اور منفرد کرتی ہیں۔ کسی قوم کے کلچر کو پرکھنے کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کس درجہ مہذّب (STATE OF REFINEMENT) اور شائستہ ہے۔ یعنی اس کی زندگی کے ہر گوشہ میں کس قدر شائستگی ہے۔ اس میں کتنا بناؤ سنوار ہے کتنی حیا اور پاکیزگی ہے اور کتنی طہارت ہے۔ قومیں خواہ کتنی ہی ترقی کر جائیں اگر ان میں یہ تین بنیادی باتیں نہیں ہیں تو وہ مہذّب نہیں کہلا سکتیں۔ وہ گنوار کہلائیں گی۔ اگر اقوام کے لباس و طعام میں پاکیزگی حیا اور طہارت نہیں ہے تو وہ گنوار ہے خواہ کتنے چمکیلے لباس پہنے، اور اعلیٰ سے اعلیٰ خوراک کھائے۔ اگر اس کے علوم کے اندر افادیت نہیں ہے اور بنی نوع انسان کے مصائب کو کم نہیں کرتا تو وہ قوم جاہل ہے اور اس کے تمام علوم بیکار ہیں ان خصوصیات کی عدم موجودگی میں ہم ایک قوم کو ترقی یافتہ کہہ سکتے ہیں مگر مہذّب نہیں کہہ سکتے۔ دُنیائے اسلام جب اپنے عروج پر تھی تو اس نے ایک مثالی تہذیب اور اعلیٰ تمدّن قائم کیا تھا جس کا عکس تمام روئے زمین پر پڑا اور اُبھرنے والی اقوام نے ان علوم اور آداب کو ہم سے اخذ کیا اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج ہر فن کی لغت میں ہماری اصطلاحات پائی جاتی ہیں۔ اور ان کی طرف رجوع کیے بغیر چارہ نہیں۔ آج مغربی تہذیب کی بنیاد ہی اسلامی تہذیب ہے اگرچہ اس میں وہ اصول مفقود ہیں جو ہم نے ابھی گنوائے ہیں۔ مغربی اقوام اسلامی بنیادوں کو لے کر ترقی تو کر گئی ہیں مگر مہذّب نہیں ہو سکیں۔ اس لیے ہم ان کو ترقی یافتہ کہیں گے مگر مہذّب نہیں کہہ سکتے۔

آئیے اب ذرا غور کریں کہ اسلامی کلچر کی بنیاد کن اصولوں پر رکھی گئی۔ مندرجہ ذیل سطور میں جن امور کی طرف ہم توجہ مبذول کروا رہے ہیں ممکن ہے کہ یہ ہمارا ذاتی نظریہ ہو بہرحال ان امور میں ایک قسم کی حقیقت بھی نظر آتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی کلچر انہی حقائق کے گرد گھومتا ہے۔ اور جس طرف ہم قارئین کی توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں وہ ہمارے نبی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث قدسی ہے جس کو نسائی اور مشکوٰۃ

حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیا النساءِ وَالطِّیبُ وجُعِلَ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
(نسائی شریف کتاب عشرۃ النساء)

رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دُنیا میں تین چیزیں مرغوب تھیں :-

(۱) عورت (۲) خوشبُو (۳) نماز

آیئے اب ان تینوں چیزوں کو اس ترتیب سے پرکھیں اور دیکھیں کہ ان کے اندر کیا رموز پنہاں ہیں :-

اوّل : نماز دومؔ : عورت اور سومؔ : خوشبُو

نماز : انسانی وجود سہ ابعاد ہے - (THREE DIMENSIONAL) ان سمتوں کا تعین انسان کا دماغ ، حرام مغز اور ریڑھ کی ہڈی کے اندر جو دماغ کا حصّہ ہے وُہ کرتا ہے - ہر ایک ایک سمت کو کنٹرول کرتا ہے - انسان کو وجود کیلئے جو طریقہ عبادت اللہ تعالیٰ نے ایجاد کیا وہ بھی سہ ابعاد عبادت (صلوٰۃ) ہے! آپ نماز کیلئے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں تو یہ قیام عمودی ہے اس کے بعد نماز کی دُوسری صورت (سمت) رکوع ہے اور تیسری (سمت) سجدہ ہے - اللہ اکبر ! کیا نظام عبودیت ہے - نماز کے دوران جب وجود اللہ میاں کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے تو اس کے اشارات تینوں سمتوں میں گھوم جاتے ہیں - ہم نے ہم کلام کا جملہ استعمال کیا ہے - کسی کو اس میں شک نہ گُذرے کیونکہ یہ واقعی ایک مکالمہ ہے - اللہ میاں فرماتے ہیں :- "اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین" آپ جواب دیتے ہیں :- "اِیّاکَ نعبد وایّاکَ نستعین" پھر وُہ فرماتا ہے "مالکِ یوم الدّین" تو آپ کہتے ہیں :- "اھدنا الصراط المستقیم" یہ سب کچھ ایک مکمل شعور کے ساتھ ہو رہا ہے - اگر یہ مکالمہ نہیں تو کیا ہے ؟ اگر یہ ہمکلامی نہیں تو اسے اور کیا کہا جائے گا -

اب اسلام میں نماز ایک ایسا فریضہ ہے جس کے گرد طہارت اور تعمیر گھومتی ہے ہم یہاں نماز کے ارکان کی تفصیل میں نہیں جائیں گے - یہ تصوّف کا سنگین مسئلہ ہے اور یہاں ہمیں کلچر پر گفتگو کرنا مقصُود ہے - آپ صرف اس طرف غور فرمایئے کہ نماز جو طہارت ... تعمیر کی مقتضی ہے ... سے حیا ، پاکیزگی اور تعمیرات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے آپکی

مساجد، مقابر، مزارات اور دیگر تعمیرات اسی نماز ہی کی رُوح سے جنم لیتے ہیں اور یہ سلسلہ تعمیرات ایک فن بن کر تمدن کو اُجاگر کرتا ہے۔

۲- عورت: عورت کی ذات سے فنون لطیفہ کے لئے جذبات ابھرتے ہیں۔ مگر ان جذبات کو مہذب شکل دینے کے لیے پاکیزگی، حیا اور طہارت لازمی ہے۔ جس تہذیب میں عورت بے حیا ہو گئی اس تہذیب کی بنیادیں ہل گئیں۔ مگر جب تک عورت کی حیا باقی ہے فنونِ لطیفہ ابھرتے ہی رہتے ہیں۔ دُور کیوں جائیں ہم دورِ حاضر کو ذرا بنظرِ تعمق دیکھ لیں۔ آج کل عورت بے حیا ہے، غلیظ ہے اور غیر پاکیزہ ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کے تمام فنونِ لطیفہ نہ ہونے کے برابر ہیں کوئی تخلیق نہیں ہو رہی۔ آپ کی شاعری گھٹیا، آپ کی نثر پراگندہ، آپ کی موسیقی بے سُری، آپ کی تعمیرات کج اور کمزور۔ آپ کی مصوری لنگڑی! یہ صرف عورت کا پاکیزہ تخیل ہے جو ان فنون کو بامِ عروج کی طرف لے جاتا ہے۔ آج کل عورت سراپا نقلی چیز ہے، نہ اس کی زُلفیں ہیں نہ اس کی بھنویں، نہ اس کے لباس میں حیا ہے نہ اس کے جسم میں پاکیزگی اور طہارت تو پھر بتایئے فنون میں تخلیق کہاں سے آئے، شعر کہنا درکنار آج کل عورت کو دیکھ کر جو شعر یاد ہو وہ بھول جاتا ہے! کیا آج کل اس قسم کے شعر کہے جا سکتے ہیں۔ ع

(۱) بھنویں تنی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں! یا ع

(۲) وہ زلف مشکبار اور یہ چشم اشکبار من؟

۳- خوشبو: اللہ تعالےٰ نے اس کائناتِ ہستی میں چار چیزیں ایسی پیدا کیں ہیں جو انسان کی صحت کے لئے لازمی ہیں ان چار چیزوں کو اللہ میاں نے بغیر ٹیکس لگائے غریب اور امیر کے لئے یکساں لٹا دیا ہے۔ یہ چار چیزیں ہیں:-

(۱) خوشبو ——— (۲) پانی ——— (۳) ہوا- اور

۴- قدرتی مناظر: غور فرمایئے کہ انسان ان چار چیزوں سے آج کل مستفید نہیں ہو رہا۔ وہ طرح طرح کے مشروب پیتا اور قیمتاً پیتا ہے مگر جو تسکین ٹھنڈے پانی کو پا کر ہوتی ہے۔ وہ خود بھی اعتراف کرتا ہے کہ کسی چیز سے نہیں ہوتی مگر اس نے کبھی پانی

[illegible]

کر کے اندر بیٹھا رہتا ہے۔ آسمان کی طرف اس نے کبھی نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا کہ یہ کیا کارخانہ مرتب کر دیا گیا ہے اس نے کبھی قدرتی مناظر پر غور نہیں کیا تاکہ خالق کائنات کی ہیبت اس پر طاری ہو سکے۔ اور خوشبو ـــــ تو اس کا کہنا ہی کیا۔ مسلمان سے آج کل بدبو اور تعفن نکلتا ہے۔ آپ دُور کیوں جائیے۔ آج کل انار کلی کا چکر لگا کر دیکھئے۔ دم گھٹتا ہے۔ اور بدبو اس قدر کہ الامان۔ یہ اس مسلمان کا حال ہے جس کے پیارے رسُول کو خوشبو پیاری تھی۔ پاکستان میں آج کل کہیں بھی اچھا عطر نہیں بنتا۔ آجا کر ایک دکان کراچی میں ہے جو عطر بیچتا ہے مگر وہ بیچارہ بھی کسی نہ کسی طرح لکھنؤ کے عطر فروشوں کا مرہون منت ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ہر موسم، ہر وقت، اور ہر تہوار کے لئے علیحدہ علیحدہ خوشبوئیں پیدا کی ہیں جن سے آپ کی تکان اتر جاتی ہے، جو رات کو آپ کے سُلا دینے میں مدد دیتی ہے جو بہار کے موسم میں آپ کے جذبات کو بھڑکاتی ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قطعہ یہاں یاد آگیا غور سے سُنیئے:-

گلِ خوشبوئے در حمام روزے ۔۔۔ رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ۔۔۔ کہ از بوئے دلا ویزے تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ۔۔۔ ولیکن مدّتے با گُل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد ۔۔۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی زمین کی مٹی بھی مشکبار ہوا کرتی تھی، آج کل لاھور کی گلیوں میں گھوم کر دیکھئے کہ وہ کس حال میں رو رہی ہے۔ درحقیقت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشبو کو پسند فرمانا اس بات کی ترغیب دے رہا ہے کہ آپ سائنسی تجربات کر کے طرح طرح کی خوشبوئیں اور عرق ایجاد کر دیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ سائنسی تحقیقات کی تلقین ہے جو تمدن کا جزو اہم ہے۔ کیمسٹری کی سائنس اسی سے ایجاد ہوتی ہے بلکہ تمام سائنسی تحقیقات اسی خوشبو میں سے نکلتی ہیں۔ جن لوگوں نے سائنس پڑھی ہے وہ جانتے ہیں اجزا کا تجزیہ اور تحلیل اصل بنیاد ہے سائنسی تحقیق کی۔ مگر یہاں تو عطر ہی نہیں بنایا جا سکتا سائنسی تحقیق کہاں سے آئے؟ آپ بتلائیں کہ ہم بتلائیں کیا؟

اب اس حدیث سے واضح ہوگیا ہوگا کہ یہ کس طرح اسلامی کلچر کی بنیاد ہے۔ آپ اتفاق کریں یا نہ کریں یہ ہمارا ذاتی فکر ہے۔ اور ہمیں اس بات پر پورا یقین ہے کہ اگر ہم از سرِ نو مہذب ہونا چاہتے ہیں تو اس حدیثِ قدسی پر عمل پیرا ہو جائیں ۔

(بقیہ مسلم خواتین)

فاطمہ! تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حورِ صحرائی تری قسمت میں تھی
غازیانِ دین کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر
ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر

علاوہ ازیں زبیدہ، وردہ، بوران، عطیہ، عقیلہ، سلطانہ رضیہ، ملکہ زمانی، چاند سلطانہ نور جہاں، گیتی آرا بیگم اور اس قسم کی صدہا خواتین ہیں جن کی عقل مندی، سیاستدانی، شجاعت و بہادری امور جہانداری کی مہارت کا اپنوں سے گزر کر غیروں پر بھی سکہ جما ہوا ہے۔

دار العلوم جامعہ اشرفیہ پشاور کا ترجمان

ہفت روزہ **صدائے اسلام** پشاور

زیر سرپرستی: حضرت مولانا محمد یوسف قریشی مدظلہ — مدیر: محمد اشرف علی قریشی

- علمی ادبی اور مذہبی مضامین کا مرقع
- حق و صداقت اور عدل و انصاف کا نقیب
- حالات حاضرہ کا بے لاگ مبصر
- ملی ملکی مسائل کا اسلامی حل پیش کرنے والا
- مغربی اور بے دینی تہذیب کا پوسٹ مارٹم کرنیوالا
- فرقِ باطلہ کا علمی احتساب کرنے والا۔
- ملک و بیرون ملک مسلمانوں کے ہر طبقہ میں یکساں مقبول ہے جس کی افادیت وقتی نہیں بلکہ حال اور مستقبل میں ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔
- منجملہ ان خوبیوں کے ہفت روزہ صدائے اسلام کی خریداری باعثِ اجر و ثواب ہے جو دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے
- قیمت فی پرچہ ۲۵ پیسے
- سالانہ ۱۰ روپے